

اسلامی قانون کو میدان میں لائیے جسکی صداقت اور سچائی پر پورہ سو سال سے مسلمانوں کا ایمان ہے۔
 نہ وہ اسلام جو بیسویں صدی کے مغرب زدہ ٹیڑھے دماغ اور گمراہ قلوب کی پیداوار ہے اور اگر
 اس قسم کے اعلانات اور منصوبوں سے محض دفع الوقتی مقصود ہے۔ تو خدا را اسلام کو مٹا دینا بنائے
 اور اس کا حلیہ بگاڑنے کا یہ مشغلہ بند کر دیا جائے۔ ہمیں یقین ہے جس قدر اسلام کو تاقیامت
 پسندیدہ دین قرار دیا وہ اسکی حفاظت بھی کر سکے گا۔ دَان تَتُو تُو لِيَسْتَبْدَلْ تَوْسَا
 غیر کہہ کر لا یکنوا امثالکم۔

افسوس کہ بزم قاسمی اور محفل شیخ الہند کی ایک ایک شمع خاموش ہوتی جا رہی ہے۔ برطانوی
 سامراج کے استیصال اور مسلمانوں کی دینی و فکری قیادت کیلئے دارالعلوم دیوبند نے جو لشکر جہاد
 تیار کیا اس کا ایک ایک اولوالعزم سپاہی اٹھتا جا رہا ہے۔ کچھ خال خال نظر آرہے ہیں، وہ بھی
 آمادہ رحیل ہیں۔ ان جانشینان ملک و ملت اور موجودہ نسلوں کے درمیان بیچ کی یہ کڑیاں
 بھی نکل جائیں گی۔ مگر آنے والوں کے لئے ان لوگوں کی قربانیوں سے بھرپور اور تابناک زندگی روشنی
 کے مینار کا کام دے سکے گی۔ حضرت مولانا عبدالحمن صاحب ہزاروی مرحوم کا وجود بھی انہی ارباب
 عزیمت اور علمبرداران حق علماء میں سے تھا، جن کا پچھلے ماہ بالاکوٹ (ہزارہ) میں انتقال ہوا۔
 تدفین بھی اس پاکیزہ سرزمین میں ہوئی جو سیدین شہیدین (امیر المومنین سید احمد شہید اور سیدنا
 شاہ اسماعیل شہید) کے خون شہادت سے لالہ زار بنی تھی۔ مولانا عبدالحمن صاحب ہزاروی
 جید عالم، بہترین وسیع بدل خطیب تھے۔ زندگی بھر ہر دینی و ملی تحریک میں نمایاں حصہ لیا۔ خواہ
 استقلال وطن کی تحریک ہو یا ختم نبوت کا مسئلہ تقسیم سے پہلے جمیعتہ العلماء ہند اور تقسیم کے
 بعد جمیعتہ العلماء اسلام میں نمایاں کام کیا کیسی ہی نازک گھڑی ہوتی کہنے سے کبھی دریغ نہ کیا۔
 لا یخافون فی اللہ سومتہ لاسمہ ان کا شیوہ رہا۔ وہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد
 مدنی کے جان نثار خادم اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیری کے نہ صرف تلمیذ بلکہ منظوم نظر
 رہے۔ مولانا کے قیام لاہور کے دوران حضرت شاہ صاحب مرحوم نے بار بار انہیں میزبانی
 اور اسقام میں رفاقت کا شرف بخشا۔ دارالعلوم حقانیہ کے لئے تو مولانا کی وفات ایک مخلص اور
 سرگرم رکن کی مفدائی ہے۔ ابتداء سے تاسیس ہی سے دارالعلوم کی ترقی میں ہر طرح حصہ لیتے رہے،
 مذاق و جاہلیت کے استعمال سے بھی گریز نہ کیا۔ ان کی زندگی کے یہ مختلف ادوار اس حقیقت

کے غماز ہیں کہ ان کا دل دینی تہذیب اور قوم و ملک کی حقیقی اصلاح اور ملی جذبات سے معمور تھا۔ ایسے حضرات کا ایسے دور میں اٹھ جانا ایک المناک سانحہ ہے۔ حق تعالیٰ امتِ مرحومہ کو مرحوم کا نعم البدل اور مرحوم کو درجاتِ عالیہ سے نوازے۔

ابھی چند روز قبل ایک ایسی پاک طینت اور راسخ الایمان خاتون بھی انتقال فرما گئیں جنکی زندگی عصر حاضر کی مسلمان خواتین کے لئے روشنی کا عینار اور ایک بہترین نمونہ بن سکتی ہے۔ یہ سرابا ایماؔ اتون اسیر مائٹا حضرت مولانا عزیز گل صاحب کا کاخیل، تلمیذِ خاص حضرت شیخ الہند قدس سرہ کی اہلیہ محترمہ تھیں جنہوں نے برطانیہ کے ایک ممتاز اور ذی ثروت خاندان میں آنکھیں کھولیں۔ اسی خاندان کا مذہب عیسائیت تھا۔ اس گھر کے اکثر افراد اونچے اونچے عہدوں پر فائز تھے۔ برصغیر کے انگریز کمانڈر انچیف لارڈ کچنز اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ سکندر حیات کے زمانہ کے انگریز گورنر جی جے گلانی سے اسی خاتون کی چھوٹی بہن منسوب تھی۔ مگر خود ان کے دل میں تلاشِ حق کا جذبہ تھا۔ وہ بچپن سے انجیل اور عیسائی مذہب سے مطمئن نہ تھیں، حق کی جستجو میں انہوں نے کئی مذاہب کی چھان بین کی شوقِ حق کا یہ جذبہ انہیں ہندوستان سے آیا۔ یہاں انہوں نے بدھ مذہب کو اپنایا، پھر سادھوؤں کی طرح دنیا سے کنارہ کشی کی۔ ریاضتوں اور شدید مجاہدوں میں ایک وقت گزارا۔ بالآخر انہیں قرآن کریم کی شکل میں وہ نسخہ شفا مل گیا جس کے نئے وہ سرگردان تھیں۔ اسلام نے ان کے مضطرب دل و دماغ کو اطمینان بخشا، وہ مسلمان ہوئیں اور ۱۹۳۱ء یا ۱۹۳۲ء میں ایک دینی مرکز دارالعلوم دیوبند کا شہرہ شن کر دارالعلوم دیوبند آئیں، اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی مجلس میں اپنے اسلام اور مومنانہ اثرات کا اعلان کیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یورپ کی تمام آسائشوں، ایک آسودہ مال خاندان، اور اپنے ملک وطن کو اسلام کی راہ پر قربان کی۔ اللہ کی راہ میں ہجرت کے لئے انہوں نے اپنی اولاد تک کو بھی عمر بھر کے لئے خیر باد کہا۔ جو ان کے انگریز شوہر سے تھی، اور کیسوی سے اسلامی تعلیمات کے حصول میں لگ گئیں حضرت مولانا عزیز گل صاحب مظلمہ کی سابقہ اہلیہ (جو حضرت شیخ الہندؒ کی نوایں تھیں) کے انتقال کے بعد حضرت مدنیؒ اور دوسرے اکابر کے مشورہ پر ۱۹۳۶ء میں اس پاکباز خاتون کا نکاح حضرت مولانا عزیز گل صاحب کے ساتھ ہوا۔ اور اس وقت سے بیکر اب تک ساری زندگی ایک ایسے دودھ افتادہ گائوں (جسکی آبادی مشکل ۳۰-۴۰ افراد کی ہوگی) میں بسر کی جو یورپ تو کیا اس ملک کی عام